

## عاشورا نویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل

(۱۹۶۰ سے ۲۰۱۰ تک)

### Modern Trends in Historiography of Ashura and its Causes (from 1960 to 2010)

**Dr. Syed Alamdar Hussain Naqvi**

PhD. History, Almustafa International Univisty, Qom

E-mail: [ahussain207@gmail.com](mailto:ahussain207@gmail.com)

**Dr. Muhammad Reza Barani**

Assistant Professor in History Department, Al-Zahra Univeristy

E-mail: [m.barani@alzahra.ac.ir](mailto:m.barani@alzahra.ac.ir)

#### Abstract

The event of Karbala has always been of interest to historians. In the last century, there have been significant changes in Historiography of Ashura. But, the period from 1960 to 2010 can be considered an important one in terms of both quantity and quality. Instead of taking the narrative aspect of the historiography of Ashura, this period ushered in a research-based and analytical approach. Drawing on this approach, both Shia and Sunni scholars produced many works in this era in the subcontinent, Egypt, Lebanon, Iraq, and especially in Iran, where many research-based books were written. This article presents an introduction of the historiography of Ashura over the 50 years, spanning from 1960 to 2010.

**Key words:** Imam Hussain, Maqtle, Historiography of Ashura, Calamities, Analysis.

#### خلاصہ

واقعہ کربلا ہمیشہ مورخین کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ گذشتہ صدی میں عاشورا نویسی میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں لیکن 1960 سے 2010 تک کا دور، اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے عاشورا نویسی کا ایک اہم دور قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس دور میں عاشورا نویسی کے محض توصیفی پہلو کو سامنے رکھنے کی بجائے، اس میں تحقیقی اور تجزیاتی اسلوب کا آغاز ہوا۔ اس دور میں برصغیر، مصر، لبنان، عراق اور ایران میں شیعہ اور اہل سنت دونوں مکاتب فکر کی جانب سے اس جدید اسلوب سے مزین متعدد تصانیف منظر عام پر آئی ہیں۔ اس عرصے میں ایران میں

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائی کی جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

بہت زیادہ کام ہوا ہے اور متعدد تحقیقی کتب تالیف کی گئی ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں ۱۹۶۰ سے ۲۰۱۰ء کے پچاس سالہ عرصہ میں عاشورائی نوبیسی کا تحقیقاتی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: امام حسین علیہ السلام، مقتل، عاشورائی نوبیسی، مصائب، تحلیل و تجزیہ۔

### مقدمہ

واقعہ کربلا آغاز سے عصر حاضر تک محدثین و مورخین کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ واقعہ کربلا، تاریخ ہی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے جسے مقتل کہا جاتا ہے اور اس کا آغاز سیرت نبوی کے تقریباً ہم زمان ہوا اور آج کے دور میں مقتل کے بجائے عاشورائی نگاری کی اصطلاح پیشتر رائج ہے۔ یہ واقعہ ہر دور میں تاریخ و حدیث کی کتب میں مختلف زاویوں اور نقطہ نظرات سے نقل اور بیان کیا جاتا رہا ہے۔<sup>۱</sup> جس کی وجہ امام حسین علیہ السلام اور اس واقعہ کے بارے میں مختلف آراء نظر آتی ہیں اس لحاظ سے اگر عاشورائی نگاری یا مقتل نگاری کے تسلسل اور ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو اس میں واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی میں رونما ہونے والے تحولات و تغیرات کو آسانی دیکھا جاسکتا ہے اور جیسے جیسے عصر حاضر سے قریب ہوتے جائیں اس واقعہ سے متعلق تحلیل و تجزیہ کی بناء پر جدید رجحانات، کثرت سے اسلامی ممالک کے محققین از جملہ دنیائے عرب، ایران اور برصغیر میں نظر آتے ہیں جن کا بنظر غائر مطالعہ ضروری اور فائدہ مند ہوگا۔

تحریر ہذا میں محققین کے ان رجحانات اور ان کی بنا پر تجزیاتی عاشورہ نویسی کا جائزہ لیا جائے گا۔ جو گذشتہ پانچ دہائیوں یعنی ۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء عیسوی تک مختلف نقطہ نظرات سے لکھی گئی ہیں۔ ان پچاس سال کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس عرصے میں واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی میں متعدد تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ایک تبدیلی تو یہ واقع ہوئی کہ اس مدت زمان میں کمیت و کیفیت کے اعتبار سے جتنی کتابیں لکھی گئی گذشتہ چودہ صدیوں میں بھی نہیں لکھی گئیں۔ اگر کمیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو شاید چھ ہزار سے بیشتر کتب اور مقالات صرف ایران میں انہی پچاس سالوں میں لکھی گئیں<sup>۲</sup> اس کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی بہت متعدد کتب تحریر کی گئیں۔<sup>۳</sup>

اور اگر کیفیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو علمی و تحقیقی کتابیں جو جدید تحقیقاتی اسلوب سے لکھی گئی وہ بھی تمام کی تمام اسی عرصے میں منصف شہود پر آئیں۔ نتیجتاً واقعہ کربلا کے علل و اسباب اور امام حسین علیہ السلام کے مقصد کے بارے میں مختلف و متضاد نظریات سامنے آئے ہیں اس لیے اس تحریر میں محققین کی طبقہ بندی ان کے رجحانات و نظریات اور فکری مہمانی کی بنا پر کی گئی ہے۔ بالخصوص ایران کے محققین پیشتر توجہ کا مرکز رہیں گے کیوں کہ ایران میں باقی ممالک سے زیادہ کتب اور مقالات اس موضوع پر تحریر کیے گئے ہیں۔ اس تحریر کا اصلی ہدف ان

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائیںسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

محققین کی آراء اور رجحانات کے بارے میں تحقیق ہے جو علمی حیثیت کی حامل اور جدید تجزیاتی اسلوب پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ عاشوراء کے موضوع پر بہت زیادہ کتب تحریر کی گئی ہیں لیکن اکثر کتابیں علمی اعتبار سے اس قابل نہیں کہ ان کو علمی پیمانہ پر جانچا جائے اور اس لیے صرف انہی کتب اور مولفین کا انتخاب کیا گیا ہے جنہوں نے تحقیقاتی اسلوب اختیار کیا اور ایک خاص نقطہ نظر اور رجحان کو وجود میں لانے یا اسے وسعت اور تقویت دے کر اس کے ارتقاء و دوام کا باعث بنے۔

### ۱۔ عاشورائیںسی کا مختصر جائزہ آغاز سے دور حاضر تک

عاشورہ نوبیسی، تاریخ نوبیسی کی ابتدائی اور ذیلی شاخ ہے جسے آغاز میں مقتل سے موسوم کیا جاتا تھا مقتل نوبیسی کا آغاز سیرہ نبوی کے ہم زمان دوسری صدی ہجری سے ہوا۔ اس وقت تاریخ نگاری کی یہ صنف تک نگاری یا موضوعاتی تالیف کی صورت میں تھی جسے ہم مونو گرافی کہہ سکتے ہیں پھر تیسری صدی میں اس رجحان میں اضافہ ہوا لیکن تیسری صدی ہی میں مورخین کی جانب سے عمومی تاریخ نوبیسی کے جدید اسلوب کا آغاز ہوا جس سے بتدریج چوتھی سے ساتویں صدی تک اضافہ ہوتا چلا گیا اور مقتل نوبیسی مونو گراف کی نادر شکل میں باقی رہ گئی اور تاریخ عمومی کا غلبہ ہوتا گیا البتہ تاریخ کی یہ مفصل کتب ان روایات پر مشتمل تھیں جو روایات ابتدائی دور تدوین کی موضوعاتی تالیفات (مقتل) میں ذکر کی گئی تھیں۔ انہی مفصل تاریخوں میں دوسرے تاریخی واقعات کی مانند واقعہ کربلا کی روایات بھی درحقیقت انہی موضوعاتی تالیفات (مقتل) سے من و عن یا اقتباس کی صورت میں نقل کی گئی تھیں۔ البتہ تمام مقاتل کی روایات معتبر ہونے کے حوالے سے یکساں درجے کی نہ تھیں اس لیے انہی صاحبان مقاتل کی روایات باقی رہ گئیں جو برجستہ شخصیت اور علمی مقام کے حامل تھے۔ پس مقتل کے مصنف کی علمی شخصیت، روایات کی اہمیت و اعتبار کے لحاظ سے عمومی تواریخ کا جز لاینفک بن گئیں۔ ساتویں صدی تک ان کتب میں واقعہ کربلا کی روایات کی حیثیت محض تاریخی تھی اس میں رثاء کا عنصر بہت محدود تھا۔<sup>4</sup> یہاں تک کے سید ابن طاووس نے زائرین کے لئے کتاب لھوف تحریر کی تاکہ وہ زیارت کرتے وقت ان جانسوز مصائب کو پڑھ کر اس غم کو تازہ کر سکیں۔<sup>5</sup> پھر نویں صدی میں ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں نظریہ عصیت کی بنیاد پر واقعہ کربلا کا تجزیہ اور تحلیل کی<sup>6</sup> لیکن باوجود علمی اور محققانہ تجزیہ ہونے کے اُس دور کے مورخین کی توجہ کو جلب کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا البتہ موجودہ دور میں اس تجزیہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بالخصوص اس کے بعض اقتباسات سے موجودہ دور میں بعض افراد نے استفادہ کیا اور اس کا خوب پرچار کیا۔<sup>7</sup>

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائی نوبیسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

اس کے بعد سوئس صدی ہجری میں اہلسنت کے ملا واعظ کاشفی نے روضہ الشداء نامی کتاب لکھی جس سے روضہ خوانی کا آغاز ہوا اور روضہ خوانی، مصائب خوانی کی اصطلاح کے طور پر رائج ہو گئی<sup>۸</sup> اس سے پہلے مصائب شعر و مرثیہ کی صورت میں پڑھا جاتا تھا لیکن روضہ الشداء کی تالیف کے بعد مصائب نثر کی صورت میں پڑھا جانے لگا۔ البتہ بعض روایات کے مطابق چھٹی صدی ہجری میں ایران کے بعض شہروں میں محرم کے پہلے دس دنوں میں اہل سنت کے ہاں مصائب خوانی بصورت قصہ و شعر رائج تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ شیعہ سے زیادہ اہل سنت کے ہاں رواج رکھتی تھی<sup>۹</sup>۔ بہر حال روضہ الشداء مصائب خوانی کی تاریخ میں پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر ایک اہم موڑ کی حیثیت اختیار کر گئی اور اسے ہندو ایران و عراق میں محرم کی مجالس میں پڑھا جانے لگا<sup>۱۰</sup> اور چونکہ اسے سامنے رکھ کر پڑھا جاتا تھا اس لیے پڑھنے والے کے لئے روضہ خوان کی اصطلاح رائج ہو گئی۔ ہندوستان میں پہلے قطب شاہی دور میں اسے فارسی میں پڑھا جاتا<sup>۱۱</sup> اور بعد میں اس کے منظوم اور غیر منظوم ترجمے ہوئے جن کو اردو میں پڑھا جاتا اور اس کے بعد ایک شیعہ عالم فضل علی فضلی نے کربل کتھا کے نام سے ایک کتاب لکھی جو درحقیقت روضہ الشداء کا ایسا ترجمہ ہے جس میں اس کتاب کے مضمون اور مفاد کو اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس پر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔<sup>۱۲</sup> اس کے علاوہ اس کتاب کو متعدد لوگوں نے خلاصہ بھی کیا جن میں سے ایک خلاصہ اس وقت گل مغفرت کے عنوان سے حیدر بخش حیدری کا موجود ہے۔<sup>۱۳</sup>

اس کے بعد گیارہویں صدی ہجری میں صفویہ دور میں شیعہ کے ہاں اسی طریقے پر روضہ خوانی کی کتب لکھنے کا آغاز ہوا اور عراق میں موجود روضہ خوانوں میں سے بعض نے اسی کتاب سے متاثر ہو کر کتب لکھیں۔ پہلی کتاب فخر الدین طریگی (م ۱۰۸۵ق) نے المنتخب کے نام سے عین جوانی کی عمر میں لکھی جو درحقیقت اس کی تقریروں کا مجموعہ تھی۔<sup>۱۴</sup> اس کے بعد ملا رضی قزوینی (زندہ در ۱۱۳۴ق) کتاب تنظیم الزہراء لکھی جسے ہم لہوف کی شرح بھی کہہ سکتے ہیں قزوینی نے اس کتاب کی تالیف کے لئے المنتخب طریگی و بحار الانوار سے استفادہ کیا۔<sup>۱۵</sup> اور اس طرح روضہ الشداء کے بعد مقتل نویسی کا عزاداری کی محافل و مجالس سے گہرا رشتہ قائم ہو گیا بالخصوص گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں یہ رشتہ مستحکم تر ہو گیا جس کے نتیجے میں مقتل نویسی روضہ نویسی میں ڈھل گئی اور صفویہ حکومت میں عزاداری کی مجالس و محافل کا آزادانہ انعقاد اور بادشاہوں کی سرپرستی اور ان مراسم میں شرکت سے اس رجحان کو اور مزید تقویت ملی۔<sup>۱۶</sup>

قاجاری دور حکومت میں مذکورہ رجحان میں اضافے کے سبب روضہ خوانی کے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ کتابیں اسی دور ہی میں لکھی گئیں۔<sup>۱۷</sup> حتیٰ نجف کے دینی و علمی مراکز کے علماء و فضلاء روضہ خوانی اور روضہ نویسی کے

میدان میں سامنے آگئے جیسے ملا در بندی (متوفی 1286 ہجری) وغیرہ اس کے علاوہ دوسرے افراد میں سے محمد تقی سپہری (متوفی 1297 ق) اور حبیب کاشانی (م 1340 ق) نے اپنی تالیفات کے ذریعے اس رجحان کو بڑھاوا دیا۔ مذکورہ کتب میں من گھڑت اور ضعیف روایات کا اضافہ بھی کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان ضعیف اور مافوق الفطرت واقعات پر مشتمل روایات کی عجیب و غریب توجیہ و تاویل کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔<sup>18</sup> قاجاری دور میں لکھی جانے والی مذکورہ اور دیگر تمام کتب ضعیف اور من گھڑت قصوں سے بھری پڑی ہیں اور اس المیہ کی وجہ یہ ہے کہ ان کتب میں واقعہ کربلا کی تاریخی حیثیت سے زیادہ اس کی مصائب خوانی کی ضرورت کے پیش نظر رٹائی حیثیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی اس طرح مقلد نوبیسی کا جدید اسلوب مصائب خوانی اور روضہ نوبیسی کی صورت میں سامنے آیا جس کا تاریک پہلو یہ تھا کہ اس میں رٹائی پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے جعلیات و ضعیف روایات کو کثرت سے شامل کیا جانے لگا اور تنقید اور علمی و اجتہادی طریقہ کار کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا اور روضہ خوانی کی کتب احساسات کے غلبہ کی وجہ سے اپنا علمی اعتبار کھو بیٹھیں البتہ مصائب خوانی کی مجالس کے تقدس اور فلسفہ ثواب گریہ نے اس علمی ضعف کے خلا کو پُر کر دیا۔

اگرچہ ان من گھڑت اور ضعیف کتب و روایات کے خلاف ہند، ایران، عراق اور لبنان میں مختلف اوقات میں آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ محدث نوری وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سلبی اور تنقیدی پہلو سے لولو والمرجان کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں من گھڑت روایات کو شدید تنقید کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ منبر کے تقدس کے لئے اہل منبر کے آداب و شرائط کا مفصل تذکرہ بھی کیا۔<sup>19</sup> قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصلی سبب جو نیپور کے ایک عالم دین کا محدث نوری کو خط ہے کہ جس میں محدث نوری سے انحراف کے سدباب کے لئے کتاب تالیف کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔<sup>20</sup>

اور اس کے بعد قاجاری شہزادے فرہاد مرزا نے ۱۳۰۳ ہجری میں اثباتی نقطہ نظر سے بنا تنقید کیے حشو و زوائد سے پاک فقط معتبر روایات کو جمع کرنے کا ادا کیا تاکہ اس طرح مقلد نوبیسی کی موجودہ کتب میں موجود ضعف کا ازالہ کیا جاسکے<sup>21</sup> اور پھر اسی اثباتی اسلوب کے مطابق شیخ عباس قمی نے قاجاری دور حکومت کے آخری حصے میں پہلے ۱۳۳۵ ہجری میں کتاب نفس المہوم لکھی اور پھر دوسرے مرحلے ۱۳۵۰ ہجری میں منتهی الآمال جو آئمہ اثنا عشر کی زندگی پر مشتمل ہے اس میں واقعہ کربلا کی روایات کی مزید تہذیب کر دی۔<sup>22</sup> اس کے ہم زمان لبنان میں محسن عاملی نے سلبی اور اثباتی دونوں پہلوؤں سے کتابیں لکھیں جس پر انہیں شدید تنقید و توہین کا سامنا کرنا

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائیںسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

پڑا۔<sup>23</sup> خلاصہ کلام یہ کہ قاجار کا دور حکومت میں واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی یا بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ احساساتی اور رثائی نقطہ نظر سے واقعہ کربلا کی تاریخ روضہ نویسی کی صورت میں اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ اس کے بعد پہلوی دور حکومت میں یہ سلسلہ نہایت سست روی کا شکار ہو جاتا ہے لیکن پہلوی دور حکومت کی آخری دو دہائیوں میں یعنی ۱۳۸۰ ہجری (مطابق ۱۹۶۱ عیسوی و ۱۳۴۰ ہجری شمسی) واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی میں ایک واضح تبدیلی رونما ہوئی اور وہ یہ کہ واقعہ کربلا کی تجزیاتی اور تحلیلی تاریخ کا آغاز ہوا اور وہ بھی مذہبی حلقہ اور مذہبی مراکز سے اس کی ابتداء ہوئی۔ اگرچہ اس سے پہلے دوسرے ممالک بالخصوص مصر، لبنان اور برصغیر میں کسی حد تک اس واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی کا جدید اسلوب سے آغاز ہو چکا تھا<sup>24</sup>۔ لیکن ایران میں یہ کام تاخیر سے شروع ہوا لیکن اس تاخیر کے باوجود اس میدان میں اسلام کی بالعموم اور واقعہ کربلا کی بالخصوص تجزیاتی تاریخ میں دوسروں سے سبقت لے گئے۔

## ۲۔ جدید اسلوب کے عوامل

گذشتہ صدی میں تاریخی تجزیہ نگاری کے جس اسلوب کا آغاز ہوا اس کے مختلف عوامل درج ذیل ہیں۔

### ۱۔ ۲۔ تجدید پسندی کے اثرات

پندرہویں صدی سے یورپ میں احیائے علوم اور روشن فکری کی جس تحریک کا آغاز ہوا جس کی مذہبی حلقہ کی جانب سے شدت سے مخالفت کی گئی۔ اس احیائے علوم کی تحریک سے تاریخ کے مطالعہ کو بہت تقویت پہنچی۔ تاریخ بھی جو اس سے پہلے فقط وقائع نویسی تک محدود تھی اب جدید تجزیاتی اسلوب اور فلسفہ تاریخ کی روشنی میں لکھی جانے لگی۔ سولہویں اور سترہویں صدی میں یہ علم ابتدائی درجات سے لے کر اعلیٰ یونیورسٹی کے اعلیٰ درجات تک پڑھایا جانے لگا۔<sup>25</sup> اور پھر مسلمانوں کے یورپ کے ساتھ سیاسی و ثقافتی تعلقات برقرار ہوئے جس نے تعلیم کے شعبے پر بہت گہرے اثرات چھوڑے اس عرصے میں تاریخ کو ایک علم کی حیثیت حاصل ہوئی اور نئی روایت نے جنم لیا۔ اس کی واضح مثال برصغیر اور مصر میں لکھی جانے والی کتب ہیں جیسے طحسین نے کتاب علی و بنوہ اور عقاد نے ابوالشہداء لکھی۔

### ۲۔ ۲۔ مختلف ممالک کے دانشوروں کے باہمی روابط

اس کے ساتھ ہی دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ علمی روابط کی برقراری یا دانشوروں کا اسلامی ممالک میں سفر اور دوسرے مسلمان دانشوروں سے میل ملاقات اور ان کی جدید تحقیقات سے استفادہ سے بھی اس نئے رجحان کو بہت زیادہ تقویت ملی جس کی ایک مثال شبلی نعمانی ہے بقول چوہدری محمد علی، شبلی کی تصانیف دو حصوں میں

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

تقسیم کی جاسکتی ہیں ایک وہ جو ان کے مصر و شام کے سفر سے پہلے جیسے المامون وغیرہ اور دوسری وہ جو بعد میں شائع ہوئیں اس سفر نے مولانا کی آنکھیں کھول دیں<sup>26</sup>۔ اسی طرح کی مثالیں تمام ممالک میں موجود ہیں وہ لوگ جو تعلیم کی غرض سے یورپ یا دوسرے ممالک گئے یا جنہوں نے دوسرے اسلامی اور غیر اسلامی تعلیمی مراکز کے دورے کیے اور ان کے ساتھ ارتباط قائم کیے اس کے اثرات ان کی تالیفات میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں جیسے ایران کے سید جعفر شہیدی جو حوزہ علمیہ نجف کے فاضل اور درجہ اجتہاد پر فائز تھے جب مصر کے سفر میں ڈاکٹر طحطاہ حسین سے تعارف ہوا اور تو ان کی تالیفات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے جس کی دلیل یہ ہے کہ ڈاکٹر شہیدی کی تالیفات میں طحطاہ حسین کے اسلوب اور ان کے تجزیہ کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اس علمی سفر اور ارتباط سے بھی کہیں بڑھ کر جب تالیفات دوسرے ممالک میں پہنچی اور ان کے تراجم بھی ہونا شروع ہوئے تو علمی حلقے ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جس کی ایک مثال مولانا مودودی کی تالیفات کی مصر میں تاثیر ہے جس سے سید قطب بہت متاثر ہوئے اور جب ان پر فرد جرم عائد کر کے پھانسی کی سزا کا حکم دیا گیا تو اس بات کا ان سے اعتراف لیا گیا۔<sup>27</sup>

### ۳-۲۔ جدید نظام تعلیم

نیا نظام تعلیم جو پوری دنیا میں رائج ہوا جو درحقیقت اسی تجدید پسندی کا نتیجہ تھا۔ اس سے بھی معاشرہ پر کئی مثبت اور منفی اثرات مرتب ہوئے مثبت اثرات میں سے ایک یہ تھا کہ ہر چیز کی علت اور سبب دریافت کیا جانے لگا بلا خاص تاریخ میں کیوں اور کیسے جیسے سوالات اٹھنے لگے یہی سوالات دانشوروں اور دینی علما سے بھی کیے جانے لگے اور دوسری طرف دینی علما نے جب جدید تعلیمی اداروں کا رخ کیا تو انہیں ان سوالات اور شبہات کا سامنا کرنا پڑا جس سے اس نئے رجحان کو مزید تقویت ملی۔ ایران میں شہید مطہری، ڈاکٹر ابراہیم آیتی، ڈاکٹر شہید بہشتی، عبدالکریم ہاشمی نژاد، ڈاکٹر جعفر شہیدی وغیرہ نے جب یونیورسٹیوں میں لیکچر دیے تو انہیں ان جدید سوالات کا سامنا کرنا پڑا جن کا جواب انہوں نے اپنے لیکچرز میں دیا یا انہی سوالات کو بنیاد بنا کر کتب لکھیں۔

### ۳-۲۔ مطبوعات و جرائد و رسائل

ایک اور عامل جس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی وہ علمی مجلات، رسائل اور جرائد کا رواج ہے جس سے مختصر مضامین اور مقالات لکھے جانے کا نیا طریقہ ایجاد ہوا اس سے پہلے مختصر رسائل بعض مسائل اور موضوعات پر لکھے جاتے تھے لیکن اب کہ نئے اسلوب اور منظم اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا۔ مقالات و مضامین میں غالباً ایک مسئلہ یا موضوع کو محور بنا کر اس کے بارے میں لکھا جاتا ہے اور تحقیق کی جاتی ہے اور مقالہ میں خصوصاً

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائی نویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

سوال سے تحقیق کا آغاز کیا جاتا ہے انہی سوالات اور ان کی بنا پر لکھے گئے مقالات نے بھی اس جدید رجحان کو ارتقاء بخشا۔ اس دور میں حوزہ علمیہ کے علماء و فضلاء کی جانب سے مکتب اسلام کے نام سے ایک مجلہ کا آغاز ہوا جس میں اس جدید نقطہ نظر سے مختلف موضوعات از جملہ تاریخی موضوعات پر مقالات لکھے گئے۔<sup>28</sup> بظاہر مودودی اور ابوالکلام نے بھی واقعہ کربلا سے متعلق جو کچھ لکھا وہ ایک مقالے کی صورت میں تھا۔

## ۵-۲۔ تاریخ اور علم کلام کی باہمی کشمکش

یہ عامل امامیہ کے ساتھ مختص ہے اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور سے پہلے عاشورہ نویسی فقط وقائع نگاری ہی کی صورت میں رائج تھی اور وہ بھی احساساتی پہلو کے غلبہ اور روضہ خوانی کے زیر اثر حقیقی واقعات اور من گھڑت واقعات کے مخلوط ہو جانے سے اپنا اعتبار کھوتی جا رہی تھی۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر ابراہیم آبتی تیسری اور چوتھی صدی کی قدیم تاریخی کتب کو معتبر قرار دیتے ہیں اور روضہ خوانی کی کتب کو جعلی اور من گھڑت قرار دیتے ہیں۔<sup>29</sup>

اس جدید دور میں سامنے آنے والی تحقیقات کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں کی جانے والی تحقیقات میں سوال کو محور قرار دے کر ایک مسئلہ کی صورت میں پیش کرنا اور پھر اس کے بعد اسی کے جواب کو علمی اسلوب سے ڈھونڈ کر اس مسئلہ کا حل پیش کرنا ہے۔ سوالات جو واقعہ کربلا کے بارے میں اٹھائے گئے وہ مختلف نوعیت اور مختلف زاویہ دید سے تھے مثلاً واقعہ کربلا کیوں پیش آیا؟ اس کے رونما ہونے میں کون سے عوامل دخیل تھے؟ امام حسین علیہ السلام کا ہدف کیا تھا؟ امام حسین علیہ السلام کیوں شہید ہوئے؟ کیا امام حسین علیہ السلام کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا؟ اس واقعہ کی تاثیر کتنی تھی اور کیوں مورخین کی توجہ کا مرکز رہا؟ عاشورا نویسی کن مراحل سے گزری؟ واقعات کے صحیح اور معتبر ہونے کا کیا معیار ہے؟ واقعہ کربلا میں کیا تحریفات ہوئیں اور ان تحریفات کے عوامل کیا تھے؟ اور اس کے علاوہ مختلف نوعیت کے سوال اٹھائے گئے جس سے اس واقعہ کے مختلف پہلو روشن ہوئے۔ ان تمام موضوعات میں واقعہ کربلا میں تحریفات اور اس کے عوامل و اثرات، قیام امام علیہ السلام کے عوامل و اسباب، اور امام حسین علیہ السلام کا ہدف سب سے زیادہ موضوع بحث رہے۔

انہی سوالات کے اٹھنے سے ایک ایسا مسئلہ پیش آیا جس نے تمام تر تحقیقات کو نئی جہت دی اور اس واقعہ کی تاریخ نویسی کا رخ ہی موڑ دیا لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ مورد نظر پچاس سال کی مدت میں اکثر تحقیقات اسی حول و محور میں انجام پاتی ہیں اور یہ اہم مسئلہ تاریخ اور علم کلام کا آپس میں تعارض و تضاد تھا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ انبیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کا علم غیب جاننے کی نوعیت اور کیفیت کیا ہے اور اس مسئلہ میں علماء سلف کی



مختلف و متضاد آراء اور ان کے تاریخی واقعات سے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ایک جدلی بحث کا آغاز ہوا۔ اگرچہ قدیم سے بھی علماء سلف کے درمیان یہ موضوع زیر بحث رہا لیکن اس میں شدت نہیں پائی جاتی تھی وہ موضوع یہ تھا کہ پیامبر ص و آئمہ معصومین ع کو غیب کا علم ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو اس کی کیفیت اور نوعیت کیا ہے؟ اگر خدا کی برگزیدہ ہمتیاں غیب کا علم رکھتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں روزمرہ پیش آنے والے خوشگوار یا ناگوار حوادث من جملہ اپنے انجام یعنی موت و شہادت کا علم ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آئندہ حوادث بالخصوص ناگوار حوادث کا علم ہے تو ان کے پیش آنے سے پہلے اس کا سدباب کیوں نہیں کر سکتے مثلاً اگر زہر یا تلوار کے ذریعہ شہادت کا علم ہے تو پھر اس علم کے باوجود زندگی بچانے کی تدبیر نہ کرنا اور موت کو گلے لگانا کیا یہ خود کو جان بوجھ کر معرض ہلاکت میں قرار دینا اور خود کشی کے مترادف نہیں؟ اور اس دستور قرآنی کی مخالفت نہیں وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔

پس وہ احادیث جو امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت پر مبنی ہیں یا امام حسین علیہ السلام کے اقوال جن میں واضح طور پر کہا گیا کہ انہیں شہید کیا جائے گا اور وہ شہادت کے لئے ہی جا رہے ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و شیعہ کی معتبر کتب میں یہ روایات موجود ہیں۔<sup>30</sup> یہ روایات جہاں عقیدتی نقطہ نظر کے حامل افراد کے علم غیب کے مسلک کی تائید کرتی ہیں وہیں انہیں علم غیب کے باوجود خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالنے جیسا مسئلہ بھی پیش آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی علم غیب کے بالمقابل ایسے تاریخی واقعات ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو بظاہر شہادت کا علم نہیں تھا جیسا کہ امام علیہ السلام کے تمام تر تاریخی اقدامات اس بات کی گواہی دیتے ہیں جیسے بیعت سے انکار اور مدینہ سے مکہ کی طرف سفر اور مکہ میں چند ماہ قیام،<sup>31</sup> جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجنا<sup>32</sup> اور ان کے خط کے جواب کے بعد بصرہ والوں کو خط لکھ کر یزید کے خلاف قیام کی دعوت،<sup>33</sup> کوفہ کے حالات سازگار اور وہاں پر کامیابی اور غلبہ کے امکانات دیکھ کر مکہ سے کوفہ کی طرف سفر اور کوفہ پہنچنے سے پہلے اور ایک تہائی سفر طے کرنے کے بعد اہل کوفہ اپنی آمد کی اطلاع اور ان کو تیار رہنے کے لئے کہنا<sup>34</sup> اور پھر راستے میں مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملنے کے بعد بھی کوفہ میں داخلے کی کوشش اور پہلے حر بن یزید ریاحی سے مڈ بھیڑ کے بعد حر کے سامنے واپسی کا مطالبہ<sup>35</sup> اور اس پر اصرار اور پھر کربلا میں عمرو بن سعد سے واپس جانے کا مطالبہ<sup>36</sup> اور متعدد مقامات پر یہ اقرار کہ ہمیں نہیں معلوم کہ انجام کیا ہو گا جیسے فرزدق سے ملاقات کے بعد اور کوفہ کے حالات جاننے کے بعد فرماتے ہیں سب کچھ خدا کی دست قدرت میں ہے اگر قضای الہی ہمارے موافق رہی اور ہم کامیاب ہوئے تو ہم خدا کی اس نعمت پر شکر ادا کریں گے

اور اس شکر ادا کرنے کے لئے اس کی مدد کے طلب گار رہیں گے اور اگر قضای الہی ہماری ارادے اور منصوبے کے برخلاف نازل ہوئی تو اس صورت میں بھی ہمیں حق کا طلب گار ہونے کے باعث کوئی نقصان نہیں ہوگا<sup>37</sup> یا کوفہ کے نزدیک پہنچ کر طرماح بن عدی سے فرماتے ہیں: خدا کہ قسم مجھے امید ہے کہ خدا نے جو کچھ ہمارے لیے فیصلہ کر رکھا ہے وہ ہمارے حق میں بہتر ہے چاہے خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں چاہے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔<sup>38</sup> ان تمام واقعات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام بظاہر اپنے انجام (شہادت) سے باخبر نہیں تھے اسی لیے ہر واقعہ کے بعد اس صورتحال کے مطابق اقدام کرتے آغاز میں بیعت سے انکار کیا اور مکہ آگئے وہاں آکر کوفہ والوں کے خطوط ملے جن میں کوفہ آنے اور حکومت سنبھالنے کی دعوت دی گئی چونکہ کوئی قابل اعتماد نہیں تھے اس لیے اطمینان حاصل کرنے کے لئے مسلم بن عقیل کو بھیجا اور جب انہوں نے کوفہ جا کر حالات کے سازگار ہونے کی خبر دی تو امام علیہ السلام رخت سفر باندھ کر کوفہ روانہ ہو گئے اور راستے میں کوفہ والوں کو خط لکھ کر اپنے آنے کی اطلاع دی اور ان کو تیار ہونے کو کہا اور جب کوفہ کے قریب آکر پتہ چلتا ہے کہ کوفہ کے حالات ابن زیاد کے آنے سے بدل گئے اور مسلم شہید کر دیے گئے تو پھر بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد کوفہ میں جانے کی کوشش جاری رکھی اس امید پر کہ اگر کوفہ میں ایک دفعہ وارد ہو جائیں تو جس طرح ابن زیاد کے آنے سے کوفہ کے حالات بدل گئے امام علیہ السلام کے وارد ہونے سے پھر دوبارہ امام علیہ السلام کے حق میں سازگار ہو سکتے ہیں لیکن ابن زیاد بھی اس بات سے آگاہ تھا کہ اگر امام علیہ السلام آزادانہ کوفہ پہنچ گئے تو حالات پلٹ جائیں گے اسی لیے اس نے داخلے کے تمام راستے بند کر دیے اور حر کو امام عالی مقام کا راستہ روک کر گرفتار کر کے کوفہ لانے کا حکم دیا۔ جب امام علیہ السلام کوفہ سے بالکل مایوس ہو گئے تو وہیں سے واپس جانے کا ارادہ کیا اور پہلے حر اور پھر ابن سعد سے واپس جانے کا مطالبہ کیا جسے منظور نہ کیا گیا اور امام علیہ السلام کربلا پہنچ گئے اور شہید کر دیے گئے۔

ان تاریخی واقعات کے مقابلے میں ایسے واقعات بھی بعض کتب میں درج ہیں جس میں امام حسین علیہ السلام واضح طور پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ شہادت کے مقصد سے کربلا کی طرف جا رہے ہیں۔ جیسے مدینہ سے ہجرت کرنے سے پہلے مرقد پیامبر ص پر حاضری اور خواب میں اپنی شہادت سے آگاہ ہونا اور پھر مکہ سے کوفہ جاتے ہوئے خطبہ جس میں اپنے انجام (شہادت کی خبر دینا)<sup>39</sup> اور اس کے علاوہ بعض دوسرے واقعات جو بعض کتب میں مذکور ہیں۔<sup>40</sup> پس مجموعی طور پر واقعہ کربلا کی تاریخ کا تجزیہ کرنے کے لئے جو مواد فراہم ہے ہم ان روایات و واقعات کو تین گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ پہلی قسم ان روایات کی ہے جن میں شہادت کی پیشگوئی اجمال یا تفصیل کی صورت میں موجود ہے۔  
 ۲۔ دوسری قسم ان واقعہ کربلا کی تاریخ کے ان واقعات پر مشتمل ہے جن میں امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کی خبر دیتے ہیں اور شہادت کو مشنیت الہی قرار دیتے ہوئے شہادت کے لئے کربلا جانے کو اپنا مقصد و مقصود قرار بتلاتے ہیں۔

۳۔ تیسری قسم ان تاریخی واقعات پر مشتمل ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کو اپنے انجام کا علم نہ تھا اور انہیں نے ہر مقام اور مرحلہ پر ظاہری حالات کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے حالات سازگار دیکھ کر کوفہ جا کر حکومت ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا لیکن اہل کوفہ نے بے وفائی کی اور امام علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دیا یہ دیکھ کر امام علیہ السلام نے واپس مدینہ جانے کا ارادہ کیا لیکن امام علیہ السلام کو اس کی اجازت نہ دی گئی اور امام علیہ السلام کو درمیانی راستہ انتخاب کرنا پڑا اور اس طرح کربلا میں پہنچے جہاں انہیں شہید کر دیا گیا۔

ان تین اقسام کی روایات و واقعات سے مختلف و متضاد نتائج نکلتے ہیں اور مختلف تجزیہ و تحلیل سامنے آتا ہے۔ پہلی دو اقسام سے نتیجہ نکلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پہلے سے طے شدہ تھی اور یہ مشنیت الہی کے نتیجے میں واقع ہوئی اور امام علیہ السلام کا مقصد بھی مشنیت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرنا تھا۔ اس تجزیہ سے جبر لازم آتا ہے البتہ اہلسنت کے مختلف مکاتب فکر کے نزدیک جبر درست ہے لہذا اس تجزیہ میں کوئی اشکال نہیں جیسا کہ محدث دہلوی نے کتاب سر الشادات میں لکھی۔ البتہ امامیہ مسلک جبر کو درست نہیں مانتے لیکن اس کے باوجود شہادت کو مشنیت الہی قرار دیتے ہیں لیکن اسے جبر سے خارج کر کے ابتلاء و آزمائش وغیرہ جیسی توجیہ و تاویل کرتے ہیں۔

تیسری قسم کی روایات اور تاریخی واقعات کی بنا پر سابقہ تجزیہ کے بالکل برعکس نتیجہ سامنے آتا ہے کہ امام علیہ السلام قطع نظر علم غیب کے، ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ہر مرحلہ پر اپنی حکمت عملی مرتب کرتے ہیں اور کوفہ جانا چاہتے ہیں لیکن ناگہانی واقعات کے باعث حالات کے بدلنے سے کوفہ کے بجائے کربلا جانا پڑ جاتا ہے اور وہاں بھی امام علیہ السلام کی ہر کوشش ہوتی ہے بیزید کی بیعت کسی بھی صورت میں نہ کی جائے اور اپنی اور تمام یار و انصار کی جان بھی بچ جائے لیکن جب بیزید کی بیعت اور موت کے انتخاب کے دور اسے پر پہنچتے ہیں تو آبرو مندانه شہادت کا انتخاب کرتے ہیں۔

موجودہ دور سے پہلے بہت کم علماء اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ علماء امامیہ میں سے کم افراد نے اس کی طرف توجہ کی۔ شیخ مفید، شیخ طوسی اور سید مرتضیٰ اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس تاریخ و کلام کے

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

تعارض کو مختصر طور پر بیان کیا اور راہ حل پیش کیا<sup>41</sup> لیکن ان کے بعد کسی نے بھی اس مسئلہ کو پیش نہیں کیا۔ تقریباً نصف صدی پہلے امامیہ کے ہاں یہ مسئلہ بہت نمایاں صورت میں سامنے آیا اور اس نے علماء امامیہ کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے لاکھڑا کیا۔ موجودہ دور میں سب سے پہلے نعمت اللہ صالحی نجف آبادی نے تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اور علم غیب کا تقریباً انکار کرتے ہوئے واقعہ کربلا کا تجزیہ تاریخی واقعات کی روشنی میں پیش کیا اور علماء میں سے کچھ نے ان کی تائید کی اور اکثر ان کے شدید مخالف ہو گئے اور ان کے جواب میں متعدد کتابیں لکھیں اور اس طرح ایران کی تاریخ میں شہید جاوید ایک جنجالی ترین کتاب بن گئی اور اس کے نقد میں سب سے زیادہ کتب لکھی گئیں۔

ایران میں ہم اس نئے رجحان کو اس تحریک کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں جو اصلاحی حرکت گذشتہ قاجاری دور حکومت کے آخر میں شروع واقعہ کربلا کی تاریخ نویسی بھی اس نئے رجحان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اگرچہ اس نئے رجحان کی قدامت پسند حلقہ کی جانب سے شدید مخالفت بھی ہوئی کیونکہ قدامت پرست موجودہ صورت حال، اقدار اور رسومات کی مخالفت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور روضہ خوانی ان کی روایت کا ایک اہم حصہ تھی اس لیے روضہ خوانی کی مجالس کی ضرورت کے پیش نظریہ احساساتی پہلو کی حمایت کی گئی جس کی وجہ سے یہ احساساتی پہلو بھی نمایاں صورت میں اس نئی تحقیقی رجحان کا رقیب رہا اور دونوں کا سفر ایک دوسرے کے متوازی خطوط میں جاری رہا۔ البتہ ان دونوں کے بیچ ایک طبقہ بھی وجود میں آیا جن کی کوشش یہ تھی ان دونوں کے بیچ درمیانی راستہ اختیار کیا جائے۔

تحریر ہذا میں اس نصف صدی کے عرصے میں تاریخ اور علم کلام کی باہمی کشمکش اور اس کے نتیجہ میں سامنے آنے والی تحقیقات، محققین کے علمی نقطہ نظر اور انہی رجحانات اور ان کی خصوصیات کے بارے میں نہایت اختصار کے ساتھ بحث کی جائے گی۔

## ۶-۲۔ تعصب پر مبنی تحریریں

برصغیر میں عصر حاضر میں جس چیز سے عاشور انویسی کے جدید رجحان کو تقویت ملی ان میں سے ایک اہم عامل یہ بھی تھا کہ بعض افراد نے تحقیق کے نام پر ایسی تحریریں شائع کیں جو تعصب پر مبنی تھی جن میں تمام تر تاریخی حقائق کو تروڑ مروڑ کر بزد اور بنی امیہ کا دفاع کرنے کی کوشش کی گئی اور امام علیہ السلام کو قصور وار قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ برصغیر میں سب سے پہلے مرزا حیرت دہلوی نے ۱۹۱۳ء میں کتاب شہادت لکھی اور اس میں مذکورہ نظریہ کو پیش کیا۔ اس کے بعد ۱۹۵۹ء میں محمود احمد عباسی نے کتاب خلافت معاویہ ویزید لکھ کر تاریخی

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

واقعات میں مغالطے اور مبالغے سے اس نظریہ کا پرچار کیا۔<sup>42</sup> اس کتاب سے بعض سادہ لوح افراد متاثر ضرور ہوئے لیکن تمام مکاتب فکر بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ نے اس کتاب پر شدید تنقید کرتے ہوئے اس کے جواب میں متعدد تحقیقی کتابیں لکھیں ان میں سرفہرست قاضی اطہر مبارک پوری کی کتاب علی و حسین، مشتاق احمد نظامی کی کتاب کربلا کا مسافر، سید علی مطہر نقوی امر وہی کی کتاب محمود احمد عباسی عقائد و نظریات کہ آئیے میں اور اس کے علاوہ اور متعدد افراد نے اس کتاب کے جواب میں تحقیقی کتب اور مقالات تحریر کیے۔

### ۳۔ جدید عاشور انویسی کے نئے نقطہ نظر اور رجحانات

جدید عاشور انویسی میں تین غالب نقطہ نظر اور رجحان پائے جاتے ہیں۔ البتہ یہ تینوں ایک دوسرے سے کلاماً متمایز اور جدا نہیں اور نہ ہی ان کو باآسانی ایک دوسرے سے تشخیص دے کر جدا کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ بعض اشخاص فقط ایک ہی نقطہ نظر کے حامل ہوں اور ان میں ایک ہی رجحان پایا جائے اور بعض میں دو اور بعض میں تینوں رجحان مختلف تناسب سے پائے جاتے ہوں۔ لیکن ہمارے نزدیک غلبہ معیار ہے یعنی تحریر ہذا میں ہر مولف کو اس کے نقطہ نظر کے غلبہ کے مطابق میں اس کے موافق گروہ میں شمار کر کے فقط اہم ترین کتب کو اختصار کے ساتھ زیر بحث لایا گیا ہے۔

#### ۳۔۱۔ احساساتی نقطہ نظر

جسے ہم احساساتی رجحان سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اس نقطہ نظر رکھنے والا وہ محافظہ کار اور کلامی رویہ رکھنے والا دینی طبقہ ہے جو کسی بھی نئے سوال اور موجودہ وضعیت کی مخالفت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ لوگ واقعہ کربلا جو عوام میں شہرت پا چکا اور محرم کے جو مراسم موجود ہیں ان کو درست اور مقدس مانتے ہوئے اس پر تنقید اور سوال کو بے جا مانتے ہوئے شدت کے ساتھ جدید تحقیقاتی اسلوب کے مخالف ہیں۔ یہ کوئی جدید نقطہ نظر نہیں بلکہ اسی رجحان کا تسلسل ہے جو گزشتہ چند صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

#### ۳۔۲۔ کلامی تجزیاتی نقطہ نظر

جسے ہم کلامی رجحان سے تعبیر کرتے ہیں یہ کلامی رویہ رکھنے والے افراد پر مشتمل ہے۔ جو ہر مسئلہ کو کلامی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں جن کے مد نظر اپنے مسلک کی حقانیت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک حد تک محافظہ کار ہیں لیکن یہ سوال اور جدید اسلوب کے مخالف نہیں بلکہ یہ اپنے کلامی مدعا کو توجیہ و تاویل کے ساتھ اسی جدید اسلوب سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

### ۳-۳۔ تاریخی تجزیاتی نقطہ نظر

اسے ہم تاریخی اور علمی اسلوب بھی کہہ سکتے ہیں اس نقطہ نظر کے حامل افراد سابقہ دین اور دینی روایات من جملہ تاریخی مسائل میں نظر ثانی اور تجدید نظر کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ واقعیت ہے چاہے وہ ان کے دینی مسلک کے موافق ہو یا مخالف یہ واقعیت کو جاننا چاہتے ہیں اور اس کی بنا پر حقانیت کا فیصلہ کرتے ہیں برخلاف متکلمین۔ اس لیے اس گروہ کے افراد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تاریخی منابع و مصادر اور تاریخی روایات کا تنقیدی جائزہ لے کر واقعیت کو کشف کیا جائے اور اس کا جو بھی نتیجہ برآمد ہو اس کھلے دل سے قبول کرنا چاہیے۔

### ۳-۴۔ جدید رجحانات کا آغاز و ارتقاء

اب ہم ان پچاس سالوں کو پانچ دہائیوں میں تقسیم کر کے ہر دہائی میں لکھی جانے والی اہم ترین کتب پر مختصر تبصرہ کریں گے۔

#### ۱۔ ۳۰ پہلی دہائی (۱۹۶۰-۱۹۷۰)

یہ دہائی عاشور انویسی میں ایک تاریخی اور اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے یہیں سے جدید اسلوب اور روش سے تجزیاتی تاریخ کا آغاز ہوا۔ اس سے قبل جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے کہ بعض افراد واقعہ کر بلا کی تاریخ میں موجود نقائص کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے اپنی بساط کے مطابق اس کی اصلاح کرنے کی کوشش بھی کی لیکن یہ ایک طرف تو یہ تنقیدی اور تجزیاتی روش سے خالی تھی اور دوسری طرف یہ کوشش انفرادی تھی اور سماج کی جانب سے اس کو حمایت حاصل نہ ہو سکی اس لیے زیادہ شمر بخش اور تاثیر گذار ثابت نہ ہو سکی لیکن اب کی بار اس کا آغاز ہی معاشرے کے جدید علمی رجحان اور اس واقعہ کے علل و اسباب اور نتائج کے بارے میں اٹھنے والے سوالات سے ہوا اسی لیے اس کے نتیجہ میں شروع ہونے والی حرکت ایک اجتماعی رجحان کی صورت اختیار کرتی گئی۔

برصغیر میں مدتوں پہلے ہی تجزیاتی تاریخ کا آغاز ہو چکا تھا اور مولانا مودودی، ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اس موضوع پر تحریریں لکھیں یہ کتب ۱۹۶۰ء سے پہلے تالیف کی گئیں۔ پاکستان میں ۱۹۵۹ء میں محمود عباسی نے کتاب خلافت معاویہ و یزید لکھی اور پھر ۱۹۶۰ء کے بعد تحقیقی مزیدنی خلافت معاویہ و یزید لکھی کہ جس کے رد عمل میں متعدد کتابیں لکھی گئیں اور اس طرح تحقیقی رجحان کو تقویت ملی<sup>43</sup> اس کے علاوہ اصلاحی نقطہ نظر سے سعادت الدارین فی مقتل الحسین لکھی گئی جس میں کوشش کی گئی مجالس میں مصائب کے طور پر پڑھی جانے والی روایات کی اصلاح کی جائے اور ایسی روایات پیش کی جائیں جو معتبر ہوں اس لیے یہ کوشش کی گئی کہ معتبر منابع سے استفادہ کیا جائے اور مشہور اور غیر معتبر

واقعات پر تنقید بھی کی گئی۔<sup>44</sup> ایران میں مذکورہ دہائی میں جو پہلی کتاب لکھی گئی وہ ڈاکٹر ابراہیم آیتی (م 1343 ش) کی کتاب بررسی تاریخ عاشورہ ہے ابراہیم آیتی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی تعلیم بھی حاصل کی اسی لیے وہ سنتی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیمی روش سے بھی آشنا تھے اور انہوں نے سیرت و تاریخ پر تحقیقاتی کتابیں بھی لکھیں<sup>45</sup> اور قدیم و معاصر مورخین کی کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔<sup>46</sup> بررسی تاریخ عاشورہ کے عنوان سے ان کی کتاب جو درحقیقت ان کی تقریروں کا مجموعہ ہے لیکن یہ تقریریں تحقیقی مواد اور واقعہ کربلا کی تجزیاتی تاریخ پر مشتمل تھی اور کوشش کی گئی ہے کہ غیر جانبدار رہا جائے۔<sup>47</sup> اگرچہ اس زمانے تک تاریخ اور کلام کی کشمکش شروع نہیں ہوئی اسی لیے ان کی کتاب میں اس مسئلہ پر کسی قسم کی بحث نظر نہیں آتی بہر حال یہیں سے اسی جدید رجحان کا آغاز ہوتا ہے۔

آیتی کے ہم زمان سید عبدالکریم ہاشمی نژاد نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان درسی کہ حسین علیہ السلام بہ انسانہ آموخت تھا۔ ہاشمی نژاد بھی آیتی کی مانند دینی اور حکومتی نظام تعلیم کے پروردہ اور متحرک سیاسی کارکن بھی تھے اس کتاب میں عاشورہ کے عوامل و اسباب اور اس واقعہ کے پس منظر اور امام حسین علیہ السلام کے ہدف کے بارے میں مفصل بحث کی۔<sup>48</sup> چونکہ اس وقت تک تاریخ اور علم کلام کا تضاد ابھی ظاہر نہ ہوا تھا اس لیے اس مسئلہ کو اس کتاب میں زیر بحث نہیں لایا گیا البتہ مولف نے اپنی تحقیق میں علم امام کو اصول موضوعہ قرار دے کر اسی مفروضہ پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی اور تجزیاتی تاریخ تالیف کی اور اختلاف اور تعارض کی طرف متوجہ ضرور ہوئے لیکن یہ سوچے بنا ہی کہ یہ تاریخ اور کلام میں متنازع مسئلہ ہے اختلاف کی صورت میں توجیہ اور تاویل کرتے نظر آتے ہیں۔

چالیس کی دہائی کے آخر سالوں میں نعمت اللہ صالحی نجف آبادی، شہید جاوید نامی کتاب تحریر کرتے ہیں۔ مولف اگرچہ فقط دینی مدارس کے پروردہ تھے اور علمی شخصیت کے حامل تھے لیکن تنقیدی ذہنیت کے حامل تھے اور اسی تنقیدی نگاہ سے انہوں نے سات سال کی تحقیق کے نتیجے میں یہ واقعہ کربلا کی تجزیاتی تاریخ لکھی۔<sup>49</sup> اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے تحقیق کی ابتدا سوال سے کی اور آغاز ہی میں تاریخ اور کلام میں عدم سازگاری کو برجستہ کیا اور اس بارے میں درپیش مسائل کو بھی بیان کیا اور واضح انداز میں یہ اعلان کیا کہ ان کا موضوع تاریخی ہے لہذا وہ علم امام کے کلامی مسئلے کی دخالت کے بغیر ہی قیام امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کیے جانے والوں کے جواب تلاش کریں گے۔ بلکہ انہوں نے علم امام کی بحث کو زیر بحث لا کر اس کی نفی کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کے ہدف کے بارے میں تاریخی واقعات کی بنا پر اپنی رائے پیش کی کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنے انجام کا علم

نہ تھا اور تاریخی واقعات کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام حسین علیہ السلام کا ہدف حکومت کی تشکیل تھی نہ کہ شہادت اور اس کے لیے حالات بھی سازگار تھے لہذا امام حسین علیہ السلام تشکیل حکومت کے قصد سے اہل کوفہ کی دعوت اور حمایت و نصرت کے وعدہ کی بنا پر کوفہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن کوفہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہو کہ کوفہ کے لوگ یزید کے گورنر عبید اللہ ابن زیاد کے خوف سے اپنے وعدے سے منصرف ہو چکے ہیں اور پھر امام علیہ السلام خود کو ابن زیاد کے سامنے سر تسلیم خم کر یا اور موت کے دوراں پر دلچ کر عزت کی موت کو قبول کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہو جاتے ہیں۔<sup>50</sup>

مولف اپنے اس تجزیہ و تحلیل کی راہ میں ان روایات و واقعات کو رکاوٹ خیال کرتے ہیں جن میں امام حسین علیہ السلام کا اپنی شہادت کے بارے میں یہ واضح اعلان ملتا ہے کہ وہ شہید ہونے کو بلا جا رہے ہیں نہ کہ کوفہ۔ مولف ایسے تمام واقعات کو ایک ایک کر کے تفصیل سے تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ان روایات و واقعات کا انکار کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کی شدید مخالفت کی جاتی ہے۔ اور دینی محافل میں یہ مسئلہ بہت برجستہ ہو کر ظاہر ہوتا ہے اور بحث و مناقشہ کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔<sup>51</sup> اور اس کتاب کے رد میں بیس سے زیادہ کتب اور مقالات لکھے جاتے ہیں<sup>52</sup> اور اس کے علاوہ بعد والی تمام تالیفات میں اس کتاب کے نظریات و اقتباسات کو مورد بحث و تنقید قرار دیا جاتا ہے۔ اس دور میں امام خمینیؑ کی قیادت میں ایران میں حکومت کے خلاف سیاسی جدوجہد جاری تھی اور دینی طبقہ اس میں بہت نمایاں تھا۔ اس کتاب کی تالیف اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے شدید اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت وقت بھی علماء کے باہمی اتحاد کو ختم کر کے ان کی سیاسی تحریک کو کمزور کرنے کے لئے اس مسئلہ کو خوب بڑھاوا دیتی ہے۔ بہر حال سلبی روش کی حامل یہ کتاب اپنی مثبت و منفی تاثیر کے ہمراہ سب سے موثر کتاب کہلانے کے قابل ہے۔

شہید جاوید کے شائع ہونے کے بعد علماء جن میں سے اکثر سنتی اور محافظہ کار طبقے سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس کتاب کے خلاف اظہار نظر کو اپنا مذہبی فریضہ جانتے ہوئے زبانی یا تحریری صورت میں اس کتاب کو جواب دیتے ہیں حتیٰ بعض اس کتاب کے مولف کی تکفیر کرتے ہوئے اسے دشمن کا ایجنٹ تک قرار دیتے ہیں۔<sup>53</sup> جو ابات میں لکھی جانے والی اکثر کتب علمی روش اور استدلال سے خالی اور اس کی جگہ ان تحریروں میں احساسات و جذبات سے مغلوب ہو کر اور اخلاق کا دامن چھوڑ کر اس کتاب کے مولف کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ فقط چند کتب علمی اعتبار کی حامل ہیں باقی سب علمی اور اخلاقی لحاظ سے بہت نچلے درجے میں ہیں۔ حتیٰ بعض علماء کا رد عمل اتنا شدید تھا کہ درجہ اول کے علماء کی جانب سے اس کتاب کے مولف کو رقم کی پیش کش کی جاتی ہے کہ وہ پیسے لے کر توبہ کرے



اور اپنی غلطی کا اعتراف اور اعلان بھی کرے۔<sup>54</sup> لیکن مولف اپنی رائے پر باقی رہتے ہوئے ان تمام جوابات کے جواب میں عصای موسیٰ نامی کتاب تالیف کر کے اپنے مخالفین کو جواب دیتے ہوئے اپنا دفاع کرتا ہے۔

شہید جاوید کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے پہلے اور علمی استدلال کے اعتبار سے سب سے مہم کتاب شہید آگاہ ہے جس کے مولف آیت اللہ لطف اللہ صافہ گلپانگانی ہیں اور یہ کتاب شہید جاوید کے شائع ہونے کے صرف چھ ماہ کے عرصے میں لکھی گئی اور اس میں ایک ایک کر کے شہید جاوید کے نظریات و استدلال پر تنقید کی گئی ہے اور علم امام علیہ السلام کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے انجام سے بخوبی آگاہ تھے اور شہید ہونے کی غرض سے ہی کربلا کی جانب روانہ ہوئے اور امام علیہ السلام علم غیب ہی کی بنا پر جانتے تھے کہ کوفہ والے بے وفائی کریں گے لہذا آغاز ہی سے شہادت کے مقصد سے روانہ ہوئے۔ مولف اس کتاب میں ان واقعات کو پورے شد و مد سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کو شہید جاوید میں تنقید کا نشانہ بنا کر انکار کیا گیا تھا اور ان کے مقابل تاریخی واقعات کی توجیہ و تاویل کر کے علم غیب پر مبنی روایات کے ساتھ سازگار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔<sup>55</sup>

اس مجادلہ کے ماحول میں بعض علماء طرفین میں سے کسی ایک طرف اور نظریہ کا ساتھ دینے کے بجائے یہ کوشش کرتے ہیں کہ تاریخ اور کلام کی باہمی کشمکش کو رفع کیا جائے اور ایک ایسا نظریہ پیش کیا جائے جس سے اس اختلاف کو ختم یا کم کیا جاسکے لہذا اس دہائی میں شہید جاوید کے نقد میں لکھی جانے والی کتابوں کے ساتھ ساتھ ایسی تحریریں بھی شامل ہو جاتی ہیں جو اس مسئلہ کے حل کو پیش کرتی نظر آتی ہیں ان میں سے ایک تحریر علامہ محمد حسین طباطبائی کے مختصر رسالہ کی صورت میں علم امام کے عنوان سے ہے۔ اس تحریر میں جو درحقیقت شہید جاوید کے تناظر میں کیے جانے والے مخاطبین کے سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے۔ اس میں علم امام کے مسئلہ پر بحث کر کے اس اشکال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اپنے انجام یعنی شہادت کے علم کا مطلب جانتے ہوئے خود کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں اور پھر اس علم امام کے تناظر میں مختصر طور پر واقعہ کربلا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔<sup>56</sup>

خلاصہ کلام یہ کہ اس دہائی میں ہمیں تاریخی اور کلامی رجحان کا آپس میں شدید ٹکراؤ دکھائی دیتا ہے اور جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں تاریخی، کلامی اور احساساتی تین قسم کے رجحان پائے جاتے ہیں ان کتابوں کا مختصر تعارف ذیل میں دیے گئے جدول میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کتابوں میں سے شہید جاوید کے بعد لکھی جانے والی تمام کتب اس کے جواب میں تالیف کی گئیں۔

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ سے ۲۰۱۰ تک)

مؤلف	عنوان	پہلی بار شائع ہونے کی شمسی تاریخ	تاریخ قمری	رجحان و نقطہ نظر
1. آیتی، محمد ابراہیم	بررسی تاریخ نهضت حسینی	سخرائی 1342 و 1343 ش	84، 1383 ق.	تاریخی تجزیاتی
2. ہاشمی نژاد عبدالکریم،	درسی کہ حسینؑ بہ انسانہا آموخت	نگارش 1347 ش.	1388 ق	کلامی و تجزیاتی
1. صافی	پرتوی از عظمت امام حسینؑ	1355 ش	حدود 1396 ق	کلامی تجزیاتی
3. صالحی، نجف آبادی	شہید جاوید	چ 1349 ش	1390 ق	تاریخی تجزیاتی
4. عطائی خراسانی	افسانہ کتاب (ردیہ بر شہید جاوید)	چ 1350 ش	1391 ق	احساساتی و کلامی
5. صافی، لطف اللہ	شہید آگاہ	1350 ش.	1391 ق	کلامی تجزیاتی
6. محمد حسین طباطبائی	رسالہ علم امام	۱۳۵۰ ش	۱۳۹۱ ق	کلامی
7. زاہدی قمی	مقصد الحسین	چ 1350 ش	1391 ق	احساساتی کلامی
8. حسین اشعری و ...	یک بررسی مختصر در بارہ قیام شہید جاوید	چ 1350 ش.	1391 ق	احساساتی کلامی
9. شیخ علی کاظمی	راہ سوم در موضوع قیام مقدس شہید جاوید	1350 ش	1391 ق.	احساساتی کلامی
10. اشتہاردی، علی پناہ	کتاب ہفت سالہ چرا صد در آورد	1350 ش	1391 ق	احساساتی کلامی
11. انصاری قمی	دفاع از حسین شہید	1350 ش	1391 ق	احساساتی کلامی
12. محمد مہدی مرتضوی قمی	جواب او از کتاب او	1350 ش.	1391 ق	احساساتی کلامی
13. فہری زنجانی	سیری در سر شہادت سالار شہیدان	چ 1350 ش.	1392 ق	احساساتی کلامی
14. محمد حسین نجفی	سعادة الدارين في مقتل الحسين ع	۱۹۶۷ عیسوی		کلامی تاریخی

## ۲-۴۔ دوسری دہائی (۱۳۵۱ھ سے ۱۳۶۰ھ) (۱۹۷۱ء تا ۱۹۸۰ء)

پاکستان اور ہندوستان میں کچھ کتابیں لکھیں گئیں لیکن ایران میں اس دہائی کے آغاز میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ تمام کی تمام شہید جاوید کے جواب میں لکھی جاتی ہیں لیکن پھر بتدریج اس شدت میں کمی آتی گئی اس کی ایک وجہ ایسی شخصیات جنہوں نے درمیانی راستہ انتخاب کرتے ہوئے اپنے تئیں اس مسئلہ کا حل پیش کیا جس کی ایک مثال علامہ طباطبائی اور اس کے بعد شہید مطہریؒ ہیں۔ شہید مطہریؒ نے پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں اپنی تقریر و تحریر میں اس موضوع کو بیان کیا۔ شہید مطہریؒ ان افراد میں سے ہیں جو دینی مراکز سے تحصیل یافتہ ہیں لیکن اپنی قابلیت کے بل بوتے پر یونیورسٹیوں میں تدریس کرنے لگے اور وہاں اپنے علم و فضل کا لوہا منوایا۔ ان کی کتاب حماسہ حسینی در حقیقت ان کی تقریروں کا مجموعہ ہے جو ان دہائیوں میں کی گئیں اور بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔ اس کتاب میں واقعہ کربلا سے متعلق بہت سارے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جس میں سے واقعہ کربلا کے عوامل اور قیام امام حسین علیہ السلام کی ماہیت اور واقعہ کربلا کی تحلیل قابل ذکر ہیں۔ شہید مطہریؒ اس مجادلہ میں معتدل موقف اپناتے ہوئے شہید جاوید کے مندرجات پر علمی تنقید کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے نظریہ تشکیل حکومت کو قبول کرتے ہیں۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ شہید مطہریؒ علم امام علیہ السلام کے مسئلہ پر تنقید کیے بنا ہی بعض مطالب پر تنقید کرتے ہیں اور اس اختلاف کا راہ حل یہ پیش کرتے ہیں کہ تاریخی واقعات کی بنا پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کا مقصد حکومت کی تشکیل ہی تھی اور جب تک اس کے اسباب و وسائل بھی فراہم تھے امام حسین علیہ السلام کا مقصد حکومت کی تشکیل تھی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ اب کوفہ والے اپنے وعدے سے پھر چکے ہیں تو تشکیل حکومت کا کوئی امکان نہیں تو اس وقت امام علیہ السلام نے اپنا منصوبہ تبدیل کر لیا اور کوشش کی کہ اس انداز میں جام شہادت نوش کریں کہ جس کی تاثیر بہت زیادہ ہو اس ہدف کی تکمیل کے لئے امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید ہو گئے۔

ساٹھ ہی کی دہائی میں سید جعفر شہیدی نے قیام امام حسین علیہ السلام نامی کتاب تحریر کی۔ شہیدی حوزہ نجف کے فارغ التحصیل اور درجہ اجتہاد پر فائز برستہ علمی شخصیت تھے وہ حکومتی اداروں میں تدریس کی وجہ سے جدید نظام تعلیم اور اسلوب سے بھی آشنا تھے اور اس کے ساتھ مصر اور دوسرے ممالک میں سفر کی وجہ سے وہاں کے دانشوروں سے ملاقات اور رابطے کی وجہ سے آزادانہ افکار کے حامل تھے۔ مصری ادیب اور مورخ طہ حسین کے ساتھ ملاقات اور ارتباط کی تاثیر ان کی تحریروں میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ کربلا کی تاریخ پر ان کی تحقیق خود ان کے بقول پچاس سال کے عرصے پر محیط ہے یعنی صدی کے آغاز ہی سے انہوں نے اس موضوع پر کام

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

شروع کر دیا تھا لیکن اسے شائع پچاس سال کے بعد کیا اس طرح وہ ان پچاس سالوں میں ہونے والی تبدیلی کا مشاہدہ کرتے رہے اور یقیناً دوسروں کی تالیفات سے استفادہ کیا ہوگا۔ اس لیے ان کی تحریر میں اشارے کنائے سے شہید جاوید کے بعض نظریات اور مطالب پر علمی اور عمدہ انداز میں اس طرح غیر محسوس طریقے سے تنقید کی گئی ہے جس سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب میں شہید جاوید کا نقد کیا گیا ہے اور تشکیل حکومت کے نظریہ کی نفی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں واقعہ کربلا کے علل و عوامل کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور اس کے لیے اس واقعہ کے پس منظر اور اس زمانے کے حالات کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس کتاب کی بنیاد طہ حسین مصری کے اسلوب اور تجزیہ پر رکھی گئی ہے۔<sup>57</sup>

پس اس مدت میں بھی شہید جاوید کی تاثیر کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اور تاریخی اور کلامی نقطہ نظر ایک دوسرے کے بالمقابل دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سابقہ قدیم اسلوب کے مطابق احساساتی نقطہ نظر سے بھی کتابیں تحریر کی گئیں۔

مؤلف	عنوان	پہلی بار شائع ہونے کی شمسی تاریخ	تاریخ قمری	رجحان و نقطہ نظر
1. صدیقین اصفہانی	حسین و پذیرش دعوت	1351 ش	1393 ق	احساساتی کلامی
2. قاضی طباطبائی	اولین اربعین حسینی	1352 ش	1393 ق	احساساتی کلامی
3. شریعتی	حسین وارث آدم	س (1347-1355)		احساساتی
4. صالحی، مطہری، مرتضیٰ	عصای موسیٰ	1355 ش	1396 ق	کلامی
5. مطہری، مرتضیٰ	حماسہ حسینی	سخترانی 1347-1356 ش (1388-1397 ق)		تاریخی تجزیاتی
6. شہیدی، سید جعفر	پس از پنجاہ سال، نگارش 1357 ش	1358 ش	1399 ق	تاریخی تجزیاتی
7. علی ربانی خلغالی	عزاداری از دیدگاه مرجعیت شیعہ	1358 ش	1399 ق	احساساتی

8.	میرجہانی طباطبائی	الکاء للتحسین ع	پایان نگارش 1400ق حدود 1359 ش	بی تا دبی جا	احساساتی
----	-------------------	-----------------	----------------------------------	--------------	----------

### ۳-۳۔ تیسری دہائی 1360 سے ۱۳۷۰ (۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۰ء)

پاکستان اور ہندوستان میں اس عرصے میں زیادہ توجہ عربی اور فارسی میں لکھی گئی کتابوں کے تراجم کی جانب ہو جاتی ہے اور کوئی قابل ذکر کتاب تالیف نہیں کی گئی اور ایران میں بھی اس عرصے میں کوئی قابل ذکر تالیف نہیں کی گئی اس کی وجہ بظاہر یہ نظر آتی ہے کہ ایک طرف ایران میں اسلامی انقلاب آنے سے بہت ساری تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس کے کچھ ہی عرصے بعد ایران پر جو جنگ مسلط کی گئی جو آٹھ سال تک جاری رہی اس جنگ نے تمام شعبہ جات کو شدید متاثر کیا من جملہ علمی ماحول بھی اس جنگ سے شدید متاثر ہوا۔

### ۳-۴۔ چوتھی دہائی ۱۳۸۰ تا ۱۳۹۰ (199۱ء تا 2001ء)

پاکستان میں اس دہائی میں شرف الدین موسوی تحقیقی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے تفسیر سیاسی قیام امام حسین علیہ السلام کے عنوان سے کتاب تالیف کرتے ہیں بظاہر یہی لگتا ہے کہ صالحی کے نظریات سے متاثر ہو کر اس کتاب کو تالیف کیا گیا۔ البتہ اس کے علاوہ اصلاحی نقطہ نظر سے بھی انہوں نے متعدد کتابیں تالیف کی۔ کہا جاسکتا ہے کہ مجاہد اعظم اور شہید انسانیت کے بعد ایک طویل مدت کے بعد تحقیقی اسلوب کی حامل کتاب تالیف کی گئی۔ ایران میں اس دہائی میں جب کے جنگ تمام ہو چکی اور اسلامی انقلاب کے نتیجے میں اسلامی حکومت برسر اقتدار آگئی اور ایک آزاد علمی ماحول وجود میں آیا لہذا ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک طرف تحقیقاتی جرائد میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور دوسری جانب علماء و دانشوروں کو آزادانہ علمی کام کرنے کا موقع ملا اور اس کے ساتھ ساتھ جو سب سے بڑی تبدیلی رونما ہوئی وہ یہ تھی کہ دینی اور حکومتی مراکز ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب آگئے حتی بعض جگہ یہ دونوں مراکز ایک دوسرے میں ضم ہو گئے۔

اس دور میں دوبارہ اسی بحث کا پھر سے آغاز ہو گیا جو پچاس کی دہائی میں شروع ہوئی اور ساٹھ کی دہائی میں ایک جنجالی موضوع کی شکل اختیار کر گئی۔ لیکن سابقہ دہائیوں اور اس دہائی میں کی جانے والی بحث میں فرق یہ تھا کہ آغاز میں جو شدت اور شور و غوغا کا طوفان اٹھا وہ تھم چکا تھا اور لوگوں کو فریقین کے موقف کو پڑھنے اور سمجھنے کی فرصت میسر آئی اور علمی اور غیر جانبداری سے سابقہ تحقیقات کا جائزہ لیا جانے لگا۔

اس دہائی میں لکھی جانے والی کتابوں میں سے محمد جواد صاحبی کی کتاب مقتل الشمس اہمیت کی حامل ہے جسے کافی پذیرائی ملی اور اس کے بعد نوے کی دہائی میں اسی اسلوب کے مطابق تفسیر تاریخ سرخ کے عنوان سے ایک اور

سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشور انویسی کے جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

کتاب لکھی اس میں مولف نے کوشش کی کہ تاریخ اور کلام کی باہمی کشمکش میں معتدل راستہ اپناتے ہوئے کلامی آراء کے موافق تاریخی واقعات کی توجیہ و تاویل کی جائے اور بڑی حد تک اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ اس کے بعد اور بھی بہت سارے افراد نے اسی اسلوب کو اپنایا جن میں محققین کی ایک جماعت کی باہمی کاوش بھی شامل ہے جو مع الרכب الحسینی نامی کتاب کی صورت میں سامنے آئی۔

اس مرحلہ میں کتب کی تعداد میں قابل توجہ اضافہ نظر آتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ محققین کے مقالات بھی کتابی شکل میں شائع ہوتے ہیں اور اس طرح جدید اسلوب کو مزید تقویت ملتی ہے اور ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اس مرحلہ پر بعض افراد اس نقطہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ واقعہ کربلا کے تجزیہ اور تحلیل کے لئے جو چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے وہ قدیم مصادر و منابع اور انکا درجہ اعتبار اور علمی مقام و منزلت ہے کیونکہ تجزیہ روایات کی بنا پر کیا جاتا ہے اور چونکہ روایات مختلف و متضاد ہیں اس لیے مختلف اور متضاد آراء و نظریات سامنے آتے ہیں اور محقق کے لئے جس چیز کا جاننا ضروری ہے وہ کتاب شناسی ہے لہذا محمد اسفندیاری نے واقعہ کربلا کے موضوع پر لکھی جانے والی جدید و قدیم سو کتاب کا مختصر تعارف پیش کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ واقعہ کربلا کے مختلف سیاسی، سماجی، فقہی اور اخلاقی پہلو بھی زیر بحث آنے لگے۔

مولف	عنوان	پہلی بار شائع ہونے کی سن	تاریخ قمری	رجحان و نقطہ نظر
1. صالحہ، نجف آبادی	نگاہی بہ حماسہ حسینی	1372 ش	1414 ق	تاریخی تجزیاتی
2. مملاتی، ہاشم رسول	زندگانی امام حسینؑ	1372 ش	1414 ق	کلامی تجزیاتی
3. صاجی، محمد جواد	مقتل الشمس	1372 ش	حدود 1414 ش	کلامی تجزیاتی
4. گرہ	موسوعہ کلمات امام حسینؑ	1373 ش	حدود 1415	کلامی
5. حکیمی	قیام جاودانہ	1373 ش،	1415 ق	کلامی
6. ابطلی	الامام الحسینؑ فی احادیث الفرقیة	حدود 1373 - 1377 ش.	1414 - 1418 ق	کلامی
7. محمودی	عبرات المصطفین	حدود 1374 ش	1415 ق	کلامی
8. مرعشی	ملحقات الاحقاق	حدود 1373 ش	1415 ق،	کلامی
9. جواد محدثی	فرہنگ عاشورا	1374 ش	1416 ق	احساساتی

10.	گروہ	مقالات خورشید شہادت	1374- ش 1376	1416- ق. 1418	تاریخی تجزیاتی، کلامی
11.	گروہ	مجموعہ مقالات کنگرہ بین المللی امام خمینیؑ	1374- ش 1376	1416، ق. 1418	تاریخی تجزیاتی، کلامی
12.	شفیعی، سید محمد پیرامون	پیرامون حماسہ عاشورا	ش 1374	ق 1416	کلامی
13.	ضیائی بیگدلی،	حسین انگیزہ قیام امام حسینؑ	ش 1374	ق 1416	کلامی
14.	فرجی، سید علی	بررسی و تحقیق پیرامون نصرت حسینی	ش 1375	ق 1417	تاریخی و کلامی
15.	نظری منفرد	قصہ کربلا	ش 1375،	ق 1417	احساساتی و تاریخی
16.	واحدی جیلانی	الحسینؑ فی القرآن	حدود 1376 ش	ق 1418	کلامی
17.	دشتی محمد	انگیزہ ہای قیام امام حسینؑ	ش 1376	ق 1418	کلامی تجزیاتی
18.	ہمدانی، حسین عندلیب	خون حسینؑ در رگہای اسلام	ش 1376	ق. 1418	کلامی و احساساتی
19.	عطار دی، عزیز اللہ،	مسند الامام الشہداءؑ	ش 1376	ق 1418	کلامی
20.	چچی کرمانی	حسینؑ بن علیؑ حماسہ تاریخ	ش 1377	ق 1419	کلامی
21.	جعفری بافتی	قیام حسینؑ	ش 1377	ق 1419	کلامی
22.	باہنر	گسترش نصرت حسینی	ش 1377	ق 1419	کلامی
23.	سلیمانی، جواد	امام حسینؑ و جاہلیت نو	ش 1377	ق 1419	کلامی
24.	مہاجرانی	انقلاب عاشورا	ش 1378	ق 1420	تاریخی تجزیاتی
25.	گروہ	تاریخ امام حسینؑ	1378- ش 1390	1420- ق 1432	تاریخی، کلامی
26.	علیزادہ سورکی	نظریہ ہای عاشورا	ش 1378	ق 1420	کلامی تجزیاتی
27.	ہیثم شیرکش	بررسی اثرات قیام امام حسینؑ در فقہ	ش 1379	ق 1421	تجزیاتی

کلامی	1421ق	1379ش	عاشورا (در سہا و بیامہا)	سعیدی، علی	28.
تاریخی تجزیاتی	1422ق	1380ق	کتابشناسی تاریخی امام حسینؑ	اسفندیاری، محمد	29.
کلامی تجزیاتی	1421- 1424ق	1379- 1382ش	مع الکرکب الحسینی	علی شادی و دیگران	30.
تاریخی		۱۹۹۲ عیسوی	تفسیر سیاسی قیام امام حسینؑ	شرف الدین موسوی	31.

### ۵-۳۔ پانچویں دہائی (۱۳۸۰ تا ۲۰۰۲) (2011 تا 2002)

اس دہائی میں سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئی اور اگر یہ کہا جائے کہ گذشتہ ۱۳۸۰ سال میں لکھی جانے والی کتب ایک طرف اور ان دس سالوں میں انجام پانے والی تالیفات اور مقالات کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ یہ تمام کی تمام کتب و مقالات علمی اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہیں بلکہ ان میں سے قلیل تعداد ہی علمی معیارات پر پوری اترتی ہیں باقی تمام کتب ایک دوسرے کی نقل اور فقط سچے جھوٹے واقعات کا مجموعہ اور تحقیقی و تجزیاتی اسلوب سے فاقد ہیں۔ اسی لیے ذیل میں دیے گئے جدول میں فقط مہم کتب کو ذکر کیا گیا ہے۔

جو کتابیں اس دہائی میں علمی اعبار سے اہمیت کی حامل ہیں ان میں جو بات اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ علمی ارتقاء کی وجہ سے افہام و تفہیم فضا وجود میں آئی اور شدت پسندی کا خاتمہ ہوا اگرچہ اسی عرصہ میں سابقہ جدال میں حصہ لینے والے افراد میں سے بعض افراد نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس سابقہ انداز کو اپناتے ہوئے دوبارہ اس فضا کو زندہ کرنے کی کوشش کی گئی انہی میں سے ایک کتاب آیت اللہ استادی نے تحریر کی جو درحقیقت ساٹھ کی دہائی میں ان کا شہید جاوید کے خلاف چھپنے والا ایک رسالہ تھا جس کو انہوں نے کئی سال بعد مزید اضافات کے ساتھ دوبارہ ایک کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کا نام سرگذشت شہید جاوید رکھا اور کوشش کی کہ شہید جاوید کے منفی اثرات کو گذشتہ دہائیوں میں پیش کیا جائے لیکن اس کتاب کو خاص پذیرائی نہ مل سکی۔

اس دور میں تحقیقاتی تاریخ کا ارتقاء حاصل ہوا اور کئی اہم تحقیقی کتب معرض وجود میں آئیں اور برجستہ افراد نے واقعہ کربلا پر قلم فرسائی کی ان میں سے رسول جعفریان، ڈاکٹر غلام حسن زرگری نژاد اور محمد اسفندیاری ہیں جنہوں نے جدید اسلوب کے ساتھ واقعہ کربلا کی تجزیاتی تاریخ لکھی۔ بالخصوص محمد اسفندیاری نے تاریخ اور کلام کے تعارض سے پیش آنے والے مسئلہ کو تاریخی نقطہ نظر سے حل کیا اور شہید جاوید کے نظریے کا دفاع کیا اگرچہ اپنی تالیف میں شہید جاوید کا ذکر نہیں کیا لیکن اثباتی روش کے ساتھ اسی نظریے کی تائید کی اور اس میں موجود



سہ ماہی سماجی، دینی تحقیقی مجلہ نور معرفت عاشورائیوں کی جدید رجحانات اور اس کے عوامل (۱۹۶۰ء سے ۲۰۱۰ء تک)

نواقص کو دور کیا۔ بعض دوسرے افراد نے بھی کوشش کی کہ اس مسئلہ کو حل کیا جائے لیکن انہوں نے سابقہ افراد کی طرف کلامی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کو حل کیا۔

مولف	عنوان	پہلی بار شائع ہونے کی شمسی تاریخ	تاریخ قمری	رجحان و نقطہ نظر
1. مصباح زدی	آذر خشی دیگر آسمان کربلا	1380 ش	1422 ق	کلامی تجزیاتی
2. رسول جعفریان،	تاملی در نہضت عاشورا،	1381 ش	1423 ق	تاریخی
3. استادی، محمد رضا	سرگذشت شہید جاوید	1382 ش	1424 ق	کلامی
4. صحیحی	تحریف شناسی عاشورا	1383 ش	1425 ق	کلامی
5. زرگری نژاد،	نہضت امام حسین ع و قیام کربلا	1383 ش	1425 ق	تاریخی
6. گروه	نگاہی نوبہ جریان عاشورا	1383 ش	1425 ق	مختلف
7. گروه پژوهشگاه علوم و فرهنگ	مجموعه مقالات نہضت عاشورا	1387 ش	1429 ق	مختلف
8. حسین	نقد منابع عاشورا	1386 ش	1428 ق	تاریخی
9. اسفندیاری، محمد	عاشورائشناسی	1387 ش	1429 ق	تاریخی
10. حسین	مقایسه تطبیقی چہار گزارش	1388 ش	1430 ق	تاریخی
11. ری شہری	دانشنامه امام حسین ع	1388 ش	1430 ق	کلامی
12. ہدایت پناہ،	بازتاب تفکر عثمانی در واقعہ کربلا	1388 ش	1430 ق	کلامی
13. رنجبر	جریان شناسی تاریخی قرأت رویدادہای عاشورا	1389 ش	1431 ق	تاریخی
14. مہدی پیشوائی	تاریخ قیام و مقتل جامع امام حسین ع	1389 ش	1431 ق	کلامی
15. گروه	بازشناسی نہضت عاشورا	1390 ش	1432 ق	کلامی
16. علی ملا کاظمی،	گونہ ہای نقد و روش ہای حل تعارض در اخبار عاشورا	1390 ش	1432 ق	تاریخی

## نتیجہ

مذکورہ تالیفات کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ چالیس کی دہائی میں جدید اسلوب کے ساتھ شروع ہونے والی عاشورائویسی آغاز ہوا برصغیر میں جو تحقیقی کتب لکھی گئی ان میں سے سعادت الدارین اور تفسیر سیاسی قیام امام حسین علیہ السلام اور اہل سنت کی بعض کتب ہیں۔ ایران میں شہید جاوید کی تالیف کے بعد تاریخ اور کلام کی باہمی کشمکش ایک جدال کی صورت میں سامنے آئی اور جس کے اثرات بعد میں ہونے والی تحقیقات میں بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔

آغاز میں اگرچہ بہت کم کتابیں اور مقالات لکھے گئے اور جو کتب لکھی بھی گئی ان میں سے زیادہ تر شہید جاوید کے جواب میں لکھی گئیں پھر آئندہ سالوں میں تاریخی تجزیاتی رجحان میں اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی بعض نے تاریخ اور کلام کے تعارض کو حل کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دی۔ اور پھر ایران عراق کی جنگ کی وجہ سے اس عرصے میں یہ سلسلہ متوقف رہنے کے بعد نہ صرف یہ کہ دوبارہ یہ سلسلہ شروع ہوا بلکہ جدید اسلوب کے ساتھ تحقیق کا رجحان مزید تیز ہوتا گیا۔ اور اس میں بھی مولفین کی یہی کوشش رہتی کہ تاریخ و کلام کے نزاع کو ختم کیا جائے لہذا بعض تاریخی بحث کرتے ہوئے کلام کی توجیہ اور تاویل کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض کلام کی طرف جھکاؤ کرتے ہوئے تاریخ کی توجیہ و تاویل کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ واقعہ کربلا کے سیاسی، سماجی، اخلاقی اور فقہی پہلو بھی تحقیقات کا محور قرار پاتے ہیں۔ آخری دس سالوں میں یہ تحقیقی رجحان کو مزید ارتقاء حاصل ہوتا ہے اور تحقیقی کتب کی تالیف کے ساتھ جرائد میں شائع ہونے والے مقالات کی تعداد بھی بڑھ کر ہزاروں میں پہنچ جاتی ہے۔ اور آخری دو دہائیوں عاشورائویسی دینی مراکز سے نکل کر یونیورسٹیوں میں پہنچ جاتی ہے اور اس طرح واقعہ کربلا کے کئی پہلو نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

\*\*\*\*\*

## References

1. Aqād, Abbas Mahmood, *Abu al-Shuhada* (Qom: Majma Taqreeb-e Mazahib, 2004), Muqadma Kitab.

عقائد، عباس محمود، *ابوالشہداء* (تم: تقریب مذاہب اسلامی، 2004)، مقدمہ کتاب۔

2. A Group of Writers, *Imam Hussein dar Aieney-e Qalam* (Tehran: Parsa Institute, 1396AD), 10.

- اہل قلم کی ایک جماعت، امام حسین علیہ السلام درآیینہ قلم (تہران: موسسہ پارسا، 1396 ش)، 10۔
3. Sharaf al-Din, Musawi, *Moa'jam Kutub wa Mualifin-e Hayat wa Qayam-e Imam Hussain a.s* (Karachi: dar-us-Saqafa, 2001), 10,20.
- شرف الدین، موسوی، معجم کتب و مولفین حیات و قیام امام حسین علیہ السلام (کراچی: دارالشفافہ، 2001ء)، ۲۰ اور ۲۰۔
4. Haider Bakhsh, Haidari, *Gul-e-Maghfirat* (Lahore: Majlis-e-Taraqi-e-Adab, 1965), 13.
- حیدر بخش، حیدری، گل مغفرت (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1965ء)، 13، اس کتاب پر ناظر حسن زیدی نے مقدمہ لکھا اور اس کتاب کے بارے میں مختصر تبصرہ کیا۔
5. Ibn-e-Tau's, Ali b. Musa, *Al-Lahūf Ala Qatli al-Tafūf*, annotated Fars Tabrez (Qum: Dar-ul-Uswa 1414 AH), 87.
- ابن طاووس، علی بن موسیٰ المصنف علی قتل الطفوف تحقیق: فارس تیمیزیان (تہران: دارالاسوہ، 1414 ق)، 87۔
6. Abd al-Rahman b. Muhammad, Ibn Khaldun, *Moqaama-e Ibn Khaldun*, vol. 1 (Beirut: Dar al-Kitab al-Almiya, 1413AH), 212.
- عبدالرحمن ابن محمد، ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، ج 1 بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1413ھ)، 212۔
7. Abbassi Mahmood Ahmed, *Khilafat-e Muawiyya wa Yazid*, (Karachi: Maqtaba-e-Mahmoodiya, 1962.), 47.
- محمود احمد عباسی، خلافت معاویہ و یزید (کراچی: مکتبہ محمودیہ، 1962ء)، 47۔
8. Ja'faryān, Rasūl, *Ta'amulli dar Nehza-et Ashura*, vol. 2 (Qom: Nashr-e-muariskh, 1386AD), 349.
- جعفریان، رسول، ہائلمی در نسبت عاشورا (قم: نشر مورخ، 1386 ش)، 349۔
9. Abu Jalil Razi, Qazvini, *Al-Naqdh* (Qom: Dar Al-Hadith, 1385AD), 385-389.
- ابو جلیل رازی، نقض (قم: دارالحدیث، 1385 ش)، 385-389۔
10. Hasan Zulfqari, Reviewer of the book of *Raudha al-Shuhada* (Tehran: Moeen Publishers, 1390AD), 37, 58.
- حسن ذوالفقاری، مصحح کتاب روضہ الشہداء (تہران: انتشارات معین، 1390)، 37، 58۔
11. Abdullah Sāeidi, Shirazi, *Hadīqa al-Salatīn*, Reviewer Ali Asghar Bilgarami, (Hyderabad: Islamic Publications Society, sn), 52.
- عبداللہ ساعدی، شیرازی، حدیقۃ السلاطین قطب شاہی، تصحیح علی اصغر بلگرامی (حیدرآباد: اسلامک پبلیکیشنز سوسائٹی، سن ندارد)، 52۔
12. Fazal Ali Fazli, *Karbal Katha* (Patna: Urdu Research Institute, 1965), 17.
- فضل علی فضلی، کربل کتھا (پٹنہ: ادارہ تحقیقات اردو، 1965)، 17۔
13. Haidri, *Gul-e-maghfirat*, 9.
- حیدری، گل مغفرت، 9۔
14. Fakhr al-Din, Tarhihi, *Al-Muntakhab* (Berut: Moassasa Alalami, 2003), 4.
- فخر الدین، طریحی، المنتخب (بیروت: موسسہ اعلیٰ، 2003)، 4۔
15. Razi b. Nabi, Qazvini, *Tazlam al-Zahra* (Qom: Publishing Sharif Razi, 1375AD), 7.
- رضی بن نبی، قزوینی، تظلم الزہراء، مقدمہ مصحح کتاب (قم: انتشارات شریف رضی، 1375 ش)، 7۔
16. Mahmood Taqi Zadeh, Dawoodi, *Sunnat-e-Azadari Wa Manqabat Khwani Dar Tarikh-e Shia-e Imamiye* (Qum: Muasisah-e-Shia-Shanasi, 1385AD), 147.
- محمود تقی زادہ، داودی، سنت عزاداری و منقبت خوانی در تاریخ شیعہ امامیہ (قم: موسسہ شیعہ شناسی، 1385 ش)، 147۔

17. Muhammad Isfandyari, *Kitāb Shanasi-e Taarīkhi Imam Hussain(AS)*, 2<sup>nd</sup> ed. (Tehran: Wiarat-e-Irshad, 1391), np; Rafa-i-Abdul Jabar, *Moajam Ma Qataba Annirrasul waAhl-e-Bait*, vol. 7,8, wa Zimah (Tehran: Wizarat-e-Farhang Wa Irshad, 1371AD), np; Muhammad Jawad, Sahibi, *Sair-e-Tahawul-e-Maqtal Nigari*, Tehran: Mujalla e farhang-o-Indeeshe, vol. 17, 1386AD, 180.
- محمد اسفندیاری، ہستیاشناسی تاریخی امام حسینؑ باضمیمہ الذریعہ، چاپ 2 (تہران: انتشارات وزارت ارشاد، 1391 ش)، صفحہ ندارد؛ رفاعی عبدالجبار، محرم ما کتب عن الرسول والہدیت، ج 7، 8، وضمیمہ (تہران: وزارت فرہنگ وارشاد، 1371 ش)، صفحہ ندارد؛ محمد جواد صاحبی، سیر تحویل مقتول مکاری، تہران مجلہ فرہنگ واندیشہ، ش 17 سال 1386 ش، 180۔
18. DarBandi Fazil, *Isrār al-Shahadāt*, vol.1 (Bahrain: Shirkat-ul-Mustafa, 1994), 659to675.
- در بندی، فاضل، اسرار الشہادت، ج 1 (بحرین: شریکۃ المصطفیٰ، 1994) 659 تا 675۔ ملا در بندی نے ما فوق الفطرت واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف عجیب و غریب توجیہ و تاویل بھی کی۔
19. Muhaddith Noori, *Lulu wa Marjān* (Qom: Religious Publications, 1388AD), 180-1998.
- محدث نوری، لؤلؤ و مرجان (قم: انتشارات مطبوعات دینی، 1388 ش)، 180-199۔
20. Ibid, 35.
- ایضاً، 35۔
21. Farhad Mirza, Mo'tamed Al-Dawla, *Qamqam Al-Zakhar Wa Samsam Al-Batar* (Tehran: Farang Islami, 1990), 5.
- فرہاد میرزا، معتمد الدولہ، ققام الزخار و صمصام البتار (تہران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی، 1390 ش)، 5۔
22. Muhammad Sehati, Sardrūdi, *Ashura Pajuhishi ba Royekared Bey Tahrif Shanasiye Tarikh-e-Imam Hussain (AS)* (Qom: Khadim Al-Reza Publications, 1384AD), 106.
- محمد صحتی سردودی، عاشور پانچویں، بار و بیکردیہ تحریف شناسی تاریخ امام حسینؑ، ج 1 (قم: انتشارات خادم الرضا، 1384)، 106۔
23. Jalal Al-Ahmad, *Illegal Mourning*, Trans: Al-Tanziya, (Bushehr: Nashir Darya, 1371AD), 27, 37.
- جلال آل احمد، عزاداری بھائی نامشروع، ترجمہ التنزییہ، (بوشہر: ناشر دریا، 1371 ش)، 27 تا 37۔
- 24۔ ابوالکلام آزاد نے شہادت حسینؑ کے عنوان سے ایک تقریر کی جسے بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ مصر میں طہ حسین نے کتاب علی و بنوہ میں اس واقعہ کی تحلیل کی اور عمر و ابوالنصر نے کتاب الحسین بن علی اور عقدا ابوالشہداء اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔
25. Saadiq Ali Gul, *Fan-e Tarikh Nawāsi* (Lahore: Nashir Iftikhar Ahmed, 2002), 12,35.
- صادق علی گل، فن تاریخ نویسی (لاہور: ناشر افتخار احمد، 2002ء)، 12 و 35۔
26. Chauhdary Muhammad Ali, *Kuliyaat-e Chauhadry Muhammad Ali*, vol.2 (Delhi: Qoumi Counsil Bara-e-Farogh-e-Urdu Zaban, 2005), 76.
- چوہدری محمد علی، کلیات چوہدری محمد علی، ج 2 (دہلی: قومی کونسل برای فروغ اردو زبان، 2005ء)، 76۔
27. Syed Qutab, *Jadah wa Manzil*, Excerpt from the life of Syed Qutb from the pen of the translator (Lahore: islamic Publications, 2018), 44.
- سید قطب، جاہ و منزل، مترجم کے قلم سے سید قطب کے حالات زندگی سے اقتباس (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2018)، 44۔
28. Magazine Maktab Islam.

مجلہ مکتب اسلام۔

29. Mohammad Ibrahim, Ayati, *Majmoa'ye Athar-e Ashurai Mohammad Ibrahim Ayati*, research of Seyyed Abdullah Hosseini (Qom: Dar al-Irfan, 2013), 29.

آپنی، مجموعہ آثار عاشورانی محمد ابراہیم آیتی، تحقیق سید عبد اللہ حسینی، (قم دار العرفان، 2013)، 29۔

30. Muhammad Ibn Sa'd, *Tabaqat Al-Kubra*, Translated By *Imam Al-Husain From Taabaqat Ibn Sa'du* Tahaqiq Abdul Aziz Tabatabai (Qom: Al-Bayt Foundation, 1995), 21 to 25; Tabarani, Abu Al-Qasim Salman Ibn Ahmad, Tabarani, *Muqtil Al-Hussein (a.s)*, Muhammad Shuja Zaifullah (Kuwait: Dar Al-Awrad, 1412Ah), 43 to 50.

محمد بن سعد، ترجمہ الامام حسینؑ من طبقات ابن سعد و تحقیق عبد العزیز طباطبائی (قم: موسسہ آل البیت، 1995)، 21 تا 25؛ ابو القاسم سلمان

بن احمد، طبرانی، مقتل حسینؑ، محمد شجاع ضیف اللہ (کویت: دار الاوراد، 1412ق)، 43 تا 50۔

31. Abu Ja'far Muhammad b- Jarir, Tabari, *Tarikh Al-Umum wa Al-Malūk*, Taqiq Muhammad Abu Al-Fadl Ibrahim, vol.5 (Berut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya. Sn), 339 to 351.

ابو جعفر محمد بن جریر، طبری، تاریخ الامم والملوک، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، ج 5 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، سن ندارد)، 339 تا 351۔

32. Tabari, *Tarikh Tabari*, 353.

طبری، تاریخ طبری، 353۔

33. Ibid, 357.

ایضاً، 357۔

34. Ibid, 394.

ایضاً، 394۔

35. Ibid, 496.

ایضاً، 496۔

36. Ibid, 427.

ایضاً، 427۔

37. Ibid, 386; Sheikh Mufid Muhammad b. Nau'man, *Al-Irshād*, vol. 2 (Berut: Dar-ul-Mufeed, 1993), 67, 68.

ایضاً، 386؛ محمد بن نعمان، شیخ مفید، الارشاد، ج 2 (بیروت: دار المفید، 1993)، 67، 68۔

38. Ibid, 403,404.

ایضاً، 403 و 404۔

39. Ibn Atham, Ahmad, *Al-Fatuh*, Research: Ali Sherry, vol. 5 (Berut: Dar Al-Adwa', 1411AH), 19.

ابن اعثم، احمد، الفتح، تحقیق: علی شیری، ج 5 (بیروت: دار الاضواء، 1411ق)، 19۔

40۔ ان واقعات کو صالحی نجف آبادی نے کتاب شہید جاوید میں ایک ایک کر کے نقد کیا ہے، شہید جاوید 98 تا 108۔

41۔ رجوع کریں شیخ مفید کی کتاب مسائل العکبریہ، سید مرتضیٰ تنزیہ الانبیاء ص 179 فہم 182 اور شیخ طوسی کی تلخیص الثانی ص 182 فہم 188۔

42۔ رجوع کریں محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و زید اور تحقیق مزیدنی خلافت معاویہ و زید نیز تحقیق سید وسادات

43۔ رجوع کریں علی و حسین تالیف قاضی اطہر مبارک پوری، کتاب کربلا کا مسافر تالیف مشتاق احمد نظامی، محمود احمد عباسی عقائد و نظریات کہ آئیے میں

تالیف سید علی مطہر نقوی امر وہی۔

44. Muhammad Hussain Najafi, *Saa'dat Al-Darain Fi Muqatal Al-Hussein (A.S)* (Islamabad: Islamic Book Center, 2004), 19.  
محمد حسین نجفی، سعادت الدارین فی مقتل حسین (اسلام آباد: اسلامک بک سنٹر، 2004)، 19۔
45. Ibrahim Ayati, *Tarikh Piambar Islam*.  
ابراہیم آیتی، تاریخ پیامبر اسلام۔  
46۔ مشہور مورخ یعقوبی کی کتاب البلدان اور معاصر مورخ طح حسین کی کتاب تاریخ پیامبر اسلام کا ترجمہ کیا۔
47. Ayati, *Majmova e aasar e ashurai*, 39.  
آیتی، مجموعہ آثار عاشورانی، 39۔
48. Hashemi Nejad Abdul Karim, *Darasi keh Hussain(A.S) Bay Insanha Amokth* (Tehran: Published By Shahid, 1380AD), Muqadma Kitab.  
ہاشمی نژاد عبدالکریم، درسی کہ حسینؑ بہ انسانہ آموکث (تہران: نشر شاہد، 1380 ش.) مقدمہ کتاب
49. Saleyhi Najaf Abaadi, *Naimatullah, Shahīd-e Jawaīd* (Tehran: Umeed-e-Farda 1387AD), Muqadma Kitab Shaheed-e-Jawaid..  
صالحی نجف آبادی، نعمت اللہ، شہید جاوید، چاپ 4 (تہران: امید فردا، 1387 ش.) مقدمہ کتاب شہید جاوید  
50۔ رجوع کریں نعمت اللہ صالحی نجف آبادی کی کتاب شہید جاوید۔
51. Hameed Inayat, *Andeesha-e Siyasi dar Islam Islam-e-Mua'sir*, Translated by Baha-ud-Din Khurram Shahi) Tehran: Khua Razmi Publishers, 1365AD), 325.  
حمید عنایت، اندیشہ سیاسی در اسلام معاصر، ترجمہ بہالدین خرمشاہی (تہران: انتشارات خوارزمی، 1365 ش.)، 325۔
52. Isfandyari, *Kitāb Shanasi-e Taarīkhi Imam Hussain(AS)*, 181.  
اسفندیاری، شناسنامہ امام حسینؑ، 181۔
53. Mahdi Murtazawi, *Jawab OraKitab ou muqadma Kitab*, (Qom: Allama Publications, 1350AD), Muqadma Kitab.  
مہدی مرتضوی، جواب اور کتاب او مقدمہ کتاب (قم: انتشارات علامہ، 1350 ش.)، مقدمہ کتاب۔
54. Lotfi, Mujtaba, *Shokran Andisheh* (Tehran: Kawair Publications, 1395AD), 200.  
لطفی مجتبیٰ، شوکران اندیشہ (تہران: انتشارات کویر، 1395 ش.)، 200۔
55. Safi Gulpaighani, *Lutf Ullah, Shahīd-e Agāh* (Tehran: Kitāb Khana-e-Sadr, 1391AD), 25.  
صافی گلپایگانی، لطف اللہ، شہید آگاہ (تہران: کتابخانہ صدر، 1391 ق.)، 25۔
56. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Rasala Ilm-e Imam* (Berut: Dar Al-Hijjah Al-Bayda, 1421AH), 5.  
محمد حسین، طباطبائی، رسالہ علم امام (بیروت: دار الحجج البیضاء، 1421 ق.)، 5۔
57. Syed Ja'far, Shahīdi, *Qayam-e-Hussain (A.S)* (Tehran: Daftar-e-Nashr-e-Farhang-e-Islami, 1388AD), 10.  
سید جعفر، شہید قیام حسینؑ (تہران: دفتر نشر فرهنگ اسلامی، 1388 ش.)، 10۔